VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

Glimpses of the Authoritarian Regime in Syed Muhammad Ashraf's Novellate "Nambardar Ka Neela"

سید محمد اشرف کے ناولٹ ”نمبردار کا نیلا“ میں آمرانہ نظام کی جھلکیاں

Dr. Nazia Sahar
Assistant Professor Department of Urdu Islamia College Peshawar
Dr. Parveen Kallu*
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad. Corresponding Author Email: drparveenkallu@gcuf.edu.pk
Humaira
Assistant Professor Department of Urdu Islamia College Peshawar

Abstract
Syed Muhammad Ashraf is a prominent short story writer and novelist of Urdu literature. Many of his short stories have become popular in the literary world. The following is his famous novellete, "Nambardar Ka Neela", which was well received internationally. This novel has also been translated into many languages. "Nambardar Ka Neela" demands attention and discussion in terms of its theme, presentation, characterization, and language and narration, especially in terms of presenting animals as characters. And Ashraf's brilliance is that he presents a view of human character in the traits of animals. The novel "Nambardar Ka Neela" is a novel in which the instincts of a human being, i.e. Thakur Udal Singh, and the animal, i.e. Neela, have merged with each other. After studying this novel, the impression that emerges about his art is that he is basically a critic and critic of the decadence of the individual and society of his era. Another quality of Ashraf's art is that he creates characters, language, and atmosphere in accordance with the subject he chooses. A good example of this is the "novellate "Nambardar Ka Neela

Key Words: Syed Muhammad Ashraf, Authoritarian Regime, novellate "Nambardar Ka Neela ", Thakur Udal Singh, Animal, Characters, Language, Atmosphere.

سید محمد اشرف کی شروعاتی پہچان جانوروں کے پیرائے اظہار سے قائم ہوئی لیکن ان کا طرز نگار محض جانوروں تک محدود نہیں ہے۔ان کے یہاں ایسے کام یاب افسانے ہیں جن میں جانور نہیں ہیں۔ مثلاً کعبے کا ہرن، دوسرا گناہ اور چمک وغیرہ۔ اشرف کو کچھ ان کے خاندانی پس منظر اور کچھ ان کے فکشن میں موجود مخصوص تہذیب و معاشرہ کی وجہ سے مذہبی تمدن کا فکشن نگار بھی قرار دینے کی کوشش کی گئی، لیکن اس طرح کی کوششوں کے خلاف "لکڑبگھا ہنسا" اور "نمبر دار کا نیلا" جیسی تخلیقات دیوار بن گئیں۔ پھر یہ کہا گیا کہ ان کی فن کاری کا محور علامتی تکنیک ہے، تو یہاں بھی اشرف کا افسانہ ” قربانی کا جانور“ ایک رکاوٹ بن کر کھڑا ہو گیا۔ آخر سید محمد اشرف کے فن کا بنیادی رویہ کیا ہے؟ ان کے دونوں مجموعوں ”ڈار سے بچھڑے“ ، ”بادِ صبا کا انتظار“ اور ناول ”نمبر دار

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

کانیلا'' کے مطالعہ کے بعد ان کے فن کے تعلق سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ بنیادی طور پر وہ اپنے عہد کے فرد اور معاشرے کی زوال پذیری کے نباض اور ناقد ہیں۔اشرف کے فن کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دیگر معاصرین سے ممتاز نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ اشرف کے طرز نگارش کا کمال یہ ہے وہ جانوروں کی خصلتوں میں انسانی کردار کا منظر پیش کرتے ہیں۔اس لیے شاید کچھ لوگوں کو گمان گزرتا ہے کہ اشرف جانوروں کو آدمی کی طرح ٹریٹ کر رہے ہیں؛ لیکن اشرف نے کوئی نئی پنچ تنتر نہیں مرتب کی ہے بل کہ وہ فکشن کے ذریعے انسانوں میں بسی ہوئی جانوروں کی جبلتوں کا پردہ فاش کرتے ہیں۔ناول ''نمبر دار کا نیلا ایک ایسا ہی ناول ہے جس میں انسان یعنی ٹھاکر اودل سنگھ اور جانور یعنی نیلا کی جبلتیں ایک دوسرے میں مدغم ہو گئی ہیں۔

نمبر دار اور اس کے پالتو نیلے کی وحشیانہ عادات و خصائل سے قصبے اور گاؤں کے لوگ بہت خوف زدہ ہوتے ہیں۔ایک سطح پہ آکر تو نیلے سے بھی زیادہ نمبر دار اودل سنگھ کی مکاری اور عیاری سے ڈرتے تھے۔نیلے کی کاروائی کو ہر بار نمبر دار اپنی چرب زبانی اور مکاری کے ذریعے واجب ٹھہرا دیتا تھا اور لوگ بے بس ہو جاتے۔آخر میں نمبر دار اسی نیلے کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔یوں وہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔اس ناول میں فلیش بیک کی تکنیک استعمال ہوئی ہے۔زبان و بیان کے حوالے سے بھی یہ ناول اپنی مثال آپ ہے۔اس ناول میں ہندو مسلم کلچر کی جھلکیاں بھی واضح طور پہ نظر آتی ہیں اور اقلیتی کردار بھی اپنے پورے تحرک کے ساتھ نظر آتے ہیں۔اس ناول کا ماحول ہندوانہ رسم و رواج سے آٹا پڑا ہے چوں کہ یہ ناول ہندوستان میں لکھا گیا ہے۔سید میں اشرف نے محمود صاحب کے علاوہ باقی تمام کردار ہندو دکھائے ہیں۔

محمود صاحب کا کردار اقلیتی کردار ہے جو کہ مسلمان ہے۔ٹھاکر اودھے سنگھ اور محمود صاحب کی سیاسی چپقلش پہلے بھی چل رہی ہوتی ہے۔محمود صاحب اس مخاصمت سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور ٹھاکر اودھے سنگھ بھی اس چیز کو جانتا ہے اور محمود صاحب کو بھی بہت سارے مواقع پر چت کر دیتا ہے۔یہ دونوں کردار سیاسی مخاصمت کے باوجود ایک دوسرے کی شادی بیاہ اور خوشی غمی میں شرکت کرتے ہیں۔اس دن بھی جب نیلے نے پہلی مرتبہ قصبے میں واردات کر کے کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تھا۔ٹھاکر اودھے سنگھ محمود صاحب کی بیٹی کی شادی پہ گئے تھے۔ناول نگار نے اس سارے منظر نامے کو یوں بیان کیا ہے:

> '' ٹھاکر اودل سنگھ، قصبے کی واردات والے دن، محمود صاحب کی بیٹی کی شادی کے نیوتے میں گئے ہوئے تھے۔نیلا بھی ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔محمود صاحب کی حویلی کے پاس میدان میں بڑا سا رنگین شامیانہ لگا تھا اور چاروں طرف موٹریں اور یکے کھڑے تھے۔شاید پورے قصبے کی دعوت تھی۔نمبر دار جیپ پر تھے اور آہستہ آہستہ چلا رہے تھے کیوں کہ نیلا بھی ان کے ساتھ ساتھ دلکی میں چل رہا تھا۔شامیانے کے باہر محمود صاحب نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔نمبر دار نے ہاتھ جوڑ کر مبارک باد دی۔تھوڑی دیر بعد بڑے قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا کر ایجاب و قبول کرایا۔دولھا نے اٹھ کر سہرے سے منہ نکال کر سب کو سلام کیا۔مبارک بادیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ٹھاکر صاحب نے مرغ کا سالن اور دوسروں کی نظر بچا کر بڑے کے کباب کھائے۔انھیں باراتیوں کے ساتھ ہی بٹھا دیا گیا تھا حالاں کہ وہ منع کرتے رہے کہ میں تو لڑکی والا ہوں۔رخصت ہوتے وقت انھوں نے بٹوے سے ۵۰۱ روپے نکال کر محمود صاحب کو مخاطب کر کے پیش کیے اور ہاتھ جوڑ دیے۔محمود صاحب نے:
>
> اس کی کیا ضرورت تھی!'' کہہ کر لفافہ شیروانی کی جیت میں رکھا۔ایک نوجوان باراتی سہرا پڑھ رہا تھا۔ٹھاکر صاحب نے دیکھا کہ محمود صاحب کا بڑا لڑکا شامیانے کے باہر کھڑے نیلے کو گڑ کھلا رہا تھا۔وہ تواضع سے خوش ہوئے۔''(۱)

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

محمود صاحب کا کردار اگر ہم اقلیتی ہے؛ لیکن بہت متحرک ہے اور مخالف پر وار کرنے سے وہ بھی نہیں چوکتے۔ جب مسجد کے ایک مولوی کو نمبر دار کا نیلا زخمی کر دیتا ہے تو وہ بڑھ چڑھ کر نیلے کی اور اس کے مالک نمبر دار کی مخالفت کرتے ہیں اور قانونی چارہ جوئی تک کے عمل میں بھی پیش پیش ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

> ” محمود صاحب کے باراتی بھی بازار میں آگئے تھے۔ ان کے سامنے محمود صاحب نے سبکی محسوس کی کہ قصبے میں ان کے ہوتے ہوئے اودل سنگھ کا نیلا ایک مسلمان وہ بھی مسجد کے موذن کو یوں مار جائے۔ تھوڑی دیر بعد نعرے لگنا شروع ہو گئے: ”جان کا بدلہ جان سے۔۔۔ خون کا بدلہ خون سے۔۔۔“ وغیرہ۔ اب ادھر بھی بھیٹر کی تیاری ہوئی۔ اونکار نے راکیش اور رمیش کو ساتوں محلوں میں دوڑایا۔ بھیٹر چیرتا ہوا، ڈنڈا اہلاتا ہوا تھانے کا انچارج وردی پہنے آیا اور ملاجی کو جیپ میں لدوا کر شہر کے اسپتال بھیج دیا گیا۔ بھیٹر جذبات میں بے قابو ہو رہی تھی۔ تھانے دار نے مشورہ دیا کہ تھانے چلیے چلیے۔ آپ کے لیے اور میرے لیے وہی زیادہ محفوظ جگہ ہے۔“ ٹھاکر اودل سنگھ جب تھانے تک بہ حفاظت آگئے اور تھانے دار کے دائیں طرف والی کرسی پر محمود صاحب کے مقابل بیٹھ گئے تو ان کے ذہن کی بیٹری نے دوبارہ کام کرنا شروع کیا۔ محمود صاحب کا اصرار تھا کہ فوراً دفعہ ۳۰۲ کی رپورٹ لکھی جائے۔“ (۲)

محمود صاحب کا کردار چوں کہ ایک سیاسی آدمی کا کردار ہے ماس لیے جب نیلے کے قتل کی بات چل نکلتی ہے کہ اس کو مار دیا جائے تو وہ احتیاط سے کام لیتے ہیں کیوں کہ ان کو علم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ پیچیدہ صورت اختیار کر کے مذہبی رنگ اختیار کر لے گا۔ اس لیے وہ وقتی طور پہ چپ سادھ لیتے ہیں اور ٹھاکر اودھے سنگھ سے مصلحت آمیز ہاتھ ملاتے بھی نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

> ”پھر ایک اہم بات اور۔۔۔“ انچارج نے قانون کی کتاب کا ایک سبق یاد کر کے بتایا۔ ”اگر ٹھاکر صاحب آپ کے حوالے نیلے کو کر بھی دیں تو آپ اس کو مار نہیں سکتے۔ ایک تو عوامی رائے آپ کے خلاف ہو گی کیوں کہ یہ گئوپریوار کا مانا جاتا ہے؛ لیکن میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیوں کہ میں تو سرکاری ملازم ہوں، صرف قانون کی بات سمجھ سکتا ہوں اور سمجھا سکتا ہوں۔ ہاں، تو کہہ رہا تھا کہ آپ اسے یوں بھی نہیں مار سکتے کہ قانون مجریہ ۱۹۷۲ء کے مطابق اسے مارنا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے اور اس کی سزا۔۔۔“ وہ چپ ہو گیا۔ اس سے زیادہ بولنا ضروری بھی نہیں تھا کہ محمود صاحب اب رازداری کے لیے میں ٹھاکر صاحب سے مشورہ کر رہے تھے کہ اگر ملاجی بچ جائیں تو ٹھاکر صاحب کو کیا خدمت کرنا چاہیے اور خدانخواستہ کام آجائیں تو ان کی بیوہ کو کیا دینا چاہیے۔“(۳)

درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود صاحب سمجھ دار آدمی ہیں اور موقع کی نزاکت کو جانتے ہیں۔ گئوہتیا کے الزام میں فسادات پھوٹ پڑیں گے اور ان کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اکثریت ہندوؤں کی ہے جو گائے اور اس کی قبیل سے تعلق رکھنے والے جانوروں کو مقدس مانتے ہیں۔

لیکن جب موقع ملتا ہے اور محمود صاحب کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آج فضا ٹھاکر صاحب کی بجائے ان کے لیے زیادہ موافق ہے تو وہ کھل کر بات کرتے ہیں۔ اس منظر نامے کو ناول نگار نے یوں بیان کیا ہے:

> ” آفس کھچا کھچ بھرا تھا۔ سارے ممبران حاضر تھے۔ محمود صاحب پرانی چوٹیں بھولے نہیں تھے۔ آج بھی ایک موقع تھا۔ اس دفعہ انھوں نے ابھی تیاری کی تھی۔ رات کی رات خفیہ طور پر وہ ضلع کلکٹر سے بھی بات کر آئے تھے۔ میٹنگ بہت شور شرابے

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

میں شروع ہوئی تھی۔ مخالف ممبران اُدھم مچانے میں پیش پیش تھے۔ محمود صاحب نے سارے ممبران کے چہروں کا جائزہ لیا اور اندازہ کیا کہ ٹھاکر صاحب کے مواقف ممبران بھی آج کم سے کم نیلے کے معاملے میں تقریباً ہم نوا ہیں۔۔۔اس احساس نے ان کے اندر ایک نئی طاقت بھر دی۔ بھائیو! میں پہلے بھی ٹھاکر صاحب کو کئی بار اس وحشی جانور کے سلسلے میں آگاہ کر چکا ہوں بل کہ میں تو اسی وقت منع کیا تھا جب اُنھوں نے اسے پالنا شروع کیا تھا۔ مگر اُنھوں نے میری بات نہیں مانے۔ اُنھوں نے اسے بادام کھلا کھلا کر پاگل سانڈ بنا دیا ہے۔ شہری انسانوں کا اس طرح کے جانور پالنے کا شوق غیر فطری ہے۔"(۴)

محمود صاحب موقع شناس بھی ہیں جب ان کو اندازہ ہوتا ہے کہ فضا ان کے حق میں بہت حد تک موافق ہو گئی ہے تو وہ اپنا رویہ مزید جارحانہ کر لیتے ہیں اور نیلے کی ساری تخریبی کارروائیوں کا ذمہ دار ٹھاکر اودھے سنگھ کو ٹھہراتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ اقتباس دیکھیے:

"۔۔۔غریبوں کے گھروں کے برتن اور چولھے توڑے ہیں، ننھے ننھے بچوں کو کچلا ہے، بوڑھے آدمی کا خون کیا ہے، طویلے کی بھینسوں کو مار مار کر بھگایا ہے، کانجی ہاؤس کے مویشیوں کو آزاد کیا ہے۔ ماؤں بہنوں کی۔۔۔ماؤں بہنوں کی۔۔۔" (انھوں نے الیکشن کی تقریر پر دل ہی دل میں لعنت بھیجی اور ایک مناسب جملہ ڈھونڈا۔) "ماؤں بہنوں کی راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ کون ہے جو آج اس قصبے میں چین کی نیند سے سکتا ہے؟ بولیے، کون ہے؟" "کوئی نہیں۔۔۔کوئی نہیں۔۔۔" ممبران نے جوش و خروش کے ساتھ جواب دیا۔ "نہیں! ایک شخص جو آرام سے سوتا ہے اور چین سے آرام کرتا ہے۔۔۔" یہ کہہ کر اُنھوں نے اس جملے کا تاثر جاننے کے لیے سب کے چہروں کی طرف دیکھا۔ سب کی آنکھیں سوال تھیں۔

"وہ شخص ہے ٹھاکر اودل سنگھ۔۔۔ جو ہمارے چیئرمین ہیں۔" "ٹھاکر اودل سنگھ، مردہ باد!" ممبران چلائے۔

انھیں اس بات کی پروا نہیں کی اس نیلے نے کتنے نقصانات کیے۔۔۔مالی اور جسمانی اور جانی۔۔۔ محمود صاحب خاطر خواہ اثر دیکھ کر آگے بڑھے۔"(۵)

اس طرح مجموعی طور پہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمود صاحب اقلیتی کردار ہیں اور ان کے بھی بعض خدشات وہی ہیں جو ہر اقلیتی کردار کے ہوتے ہیں یعنی کہ مذہبی منافرت کا ڈر سیاسی مسئلہ کو مذہبی رنگ دینے کا ڈر وغیرہ؛ لیکن جس معاشرے میں وہ رہ رہے ہیں وہاں ان کو ان کے سیاسی وچار کی مکمل آزادی ہے اور وہ سیاسی فہم کے حامل شخص ہیں۔

نیلا بظاہر تو ایک جانور ہی ہے لیکن اس کا کردار اس طرح بنایا گیا ہے جیسے یہ ایک آمر اور جابر شخص ہو جو کہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل میں وہ سب کرنے کے لیے بھی راضی ہوتا ہے جس سے اس کی دہشت میں اضافی ہوتا ہے یہی دہشت اس کے مالک کے دہشت اور حفاظتی حصار کے لیے کافی مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے ذیل میں ایک اقتباس دیکھیے جس میں نیلا اپنے مالک کے سدھائے ہوئے طور طریقوں پہ عمل کر کے مالک کو مطلوبہ نتائج بہم پہنچاتا ہے۔

"ٹھاکر صاحب نے آہستہ آہستہ اسے کچھ افراد سے مانوس کر دیا، جس کا لا محالہ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دیگر افراد کو تھوڑا تھوڑا سا غیر سمجھنے لگا۔ قصبے میں جس صبح انھیں یہ خبر ملی کہ رات نیلے نے گڑھی کی دیوار پھلانگ کر شیشم کی سوٹ چرا کر بھاگنے والے شامو کی کمر توڑ دی ہے تو مارے خوشی کے حویلی میں ناچ پھرے۔ گاؤں پہنچے اور نیلے سے منہ میں کھوکھلا بانس ڈال کر اپنے ہاتھ سے ایک سیر تیل پلایا۔ تیل پی کر وہ اچھلنے لگا۔ ٹھاکر نے بیٹھک میں آ کر گاؤں کے ہجوم کو دیکھا جو نیلے کی شکایت لے کر آیا تھا اور صرف ایک ہی

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

بات کی: رات کے دو بجے شامو گڑھی میں کیا پوجا کرنے آیا تھا؟ بولو۔ جواب دو۔ چپ کیوں ہو؟ ظاہر ہے کہ اس بات کا جواب کون دیتا، کہ رات کو دو بجے واقعی پوجا کا کوئی مناسب وقت نہیں ہوتا۔

یہ گئوماتا کا اوتار ہے۔ ڈشٹ لوگوں کا ٹھیک ٹھیک پر بندھ رکھے گا۔" ہجوم اٹھ کر چل دیا۔ کچھ بڑھوں نے گڑھی سے نکلتے وقت کن انکھیوں سے نیلے کو دیکھا جو اگلے پیر زمین پر مار مار کر۔"(٦)

"ویسے تو نیلا زیادہ تر کام معمول کے مطابق کرتا تھا، یعنی دریا میں رہتا، کسی بھی کھیت میں دو چار صفحہ مار دیتا، کہ جانور یہ تفریق نہیں کر سکتے کہ یہ تیرا ہے یہ میرا ہے۔ کبھی کبھی گڑھی سے تالاب کی طرف جاتے ہوئے اگر گلی تنگ ہے تو وہ راستے میں ملنے والے افراد کے درمیان سینگوں سے راستہ بنالیتا۔ یہ بات بھی ہر فرد بشر آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ کہ سینگوں کے بجاے اگر گھروں سے راستہ بناتا تو اس میں لوگوں کو زیادہ زخم آتے۔ کبھی کبھی یوں ہی دولتی بھی چلا دیتا جس سے ان لوگوں کے کپڑے اور کپڑوں کے نیچے ذرا کھال وغیرہ بھی ہے غیرہ بھی پھٹ جاتی۔ معلوم نہیں کیوں لوگ باگ بیچ راستے میں چلنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔"(٧)

نیلا جب کسی بھی آدمی کا کوئی بھی اور کتنا بھی نقصان کرتا ہے اور وہ آدمی جب اس نقصان کی شکایت لے کر ٹھاکر کے پاس آتا ہے تو ٹھاکر بجائے اس کے کہ اس کا مداوا کرے سکتا اس کو بلیک میل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ذیل میں ایک پیرا گراف دیکھیں کہ جس میں گلفام کنجڑے کے امرودوں کا نقصان ہوتا ہے وہ اسکی شکایت لے کر جب ٹھاکر کے پاس آتا ہے تو ٹھاکر ظاہر تو یہی کرتا ہے کہ وہ بہت انصاف پرور ہے اور اسکے دکھ کا مداوا بھی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ خود یعنی گلفام کنجڑا ہی اپنا مدعا ٹھیک طریقے سے بیان نہیں کر پا رہا۔

ہاں سرکار۔

اگر تم نے اس وقت تک تہہ بازاری کا پیسہ نہیں بھرا تو اس کا مطلب صبح سے شام تک تم غیر قانونی انداز میں بیٹھے۔ بولو۔ جواب دو۔" گلفام چپ رہا۔ یہ نکتہ اس کی سمجھ میں عام حالات میں بھی نہ آتا، نہ کہ اس زخمی حالت میں جب کہ اس کے امرودوں کا نقصان بھی ہو چکا تھا۔ بولو... بھائی، کچھ تو بولو... میں تمھیں پورا موقع دیتا ہوں۔ میں اُن لوگوں میں نہیں جو دولت اور کرسی کے نشے میں غریب کو بولنے بھی نہیں دیتے اور اپنی ہی کہے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے بیٹھے ہوئے تمام افراد کے چہرے پر آئے نئے قسم کے تاثرات کا معائنہ کرنا ضروری خیال کیا۔ تاثرات کچھ کچھ حسب منشا تھے۔ تجربے نے انھیں بتایا تھا کہ کبھی کبھی کچھ دیر خاموش رہنا بولنے کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ وہ چپ ہو گئے۔ بلکہ خاکساری کے انداز میں سر بھی نیچے جھکا لیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد انھوں نے دھیمے سے فیصلہ کن انداز میں کہا:

آج تم نے تہہ بازاری کی چوری کی۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر انھوں نے اس سے بھی زیادہ دھیمی لیکن مضبوط آواز میں سوال کیا تمھارے کتنے امرود کھائے؟ دس، آٹھ، چار یا پانچ؟ تم اس بات کو سات دفعہ دہرا چکے ہو۔ میں اپنے کانوں سے چھ بار سن چکا ہوں، جب سے یہ پندرہ لوگ یہاں بیٹھے ہیں تم کئی بار اپنے امرودوں کی تعداد بدل چکے ہو۔ بولو کتنے امرود کھائے؟ سات یا چھ؟ ان پندرہ لوگوں کے سامنے جواب دو۔ میں تمھیں نو مرتبہ موقع دے چکا ہوں۔ بولو... سچ کہ جھوٹ؟ جواب دو...

گلفام بولا: نیلے نے میرے پندرہ امرود یا سات امرود یا شاید نو امرود یا میرے خیال میں دو امرود کھائے تھے۔

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ٹھٹھامار کر ہنسنے لگے۔ گلفام ان کی طرف بے بس نظروں سے دیکھتا رہا۔

آپ لوگوں نے دیکھا یہ کتنی بار امر ودوں کی گنتی بدل چکا ہے۔ اب اس کی کس بات کا یقین کریں۔ خاص طور سے اس حالت میں کہ آج اس نے تہہ بازاری ٹیکس کی چوری بھی کی۔"(۸)

ٹھاکر نے اپنا رعب جمانے کے لیے نیلے کا کردار ایک آدمی اور بہت غصیلے آدمی کے طور پہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ لوگوں کو اور خاص طور پہ لوگوں کو ہوں باور کرواتا ہے کہ گویا وہ کوئی ذہن رکھنے والی مخلوق ہے اور کوئی سوچ سمجھ والا انسان ہے اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

اور اس حصے کی فصل بُری طرح ماری جاتی۔ کسانوں نے ایک آدھ بار دبی زبان سے شکایت کی۔ اودل سنگھ ان کی تالیف قلب کے لیے کہہ دیتے کہ میں اسے سمجھا دوں گا۔ جس وقت وہ یہ کہتے انہیں احساس نہ ہوتا کہ وہ ایک جانور کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہیں۔ مزے کی بات تو یہ تھی کہ جو لوگ یہ سنتے انھیں بھی احساس نہ ہوتا کہ یہ بات ایک جانور کے بارے میں کھی جارہی ہے۔

دیوالی انھوں نے اپنے خاندان کے ساتھ شہر میں منائی۔ دیوالی کے دوسرے دن رات کو وہ سب اپنی کوٹھی میں بیٹھے تھے۔ ہلکا ہلکا جاڑا تھا لیکن بالکل اندھیری تھی۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے مدھم تارے چمک رہے تھے۔ کوٹھی کے گیٹ پر کچھ آہٹ ہوئی۔ نوکر نے پاس جاکر دیکھا اور پوچھا:

کون؟... کون ہے؟" باہر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی تیز تیز سانسیں لے رہا ہو۔ نوکر ڈر گیا۔ بھاگ کر اندر آیا۔

ہانپتے ہوئے بولا، باہر کوئی ہے.... آواز کا جواب نہیں دے رہا ہے.... سب کے چہروں پر ہلکا ہلکا ہراس پھیل گیا۔ اودل سنگھ اپنے دونوں بیٹوں، بندوقوں اور ٹارچوں کے ساتھ گیٹ پر آئے۔ بندوق کندھے پر رکھ کر گیٹ کھلوایا۔ اندھیرے میں کوئی تیز تیز سانسیں لے رہا تھا۔ ٹارچ جلائی۔ گھنے اندھیرے میں ٹارچ کی مریل روشنی کا دائرہ اس پر پڑا مری روشی کہ جس کا رنگ سیاہ تھا اور جس کے سینگ موٹے تھے۔

ارے! سب کو بے حد حیرت ہوئی۔ ٹھاکر اودل سنگھ کسی سوچ میں پڑ گئے۔ نیلے کو شہر کا راستہ تو بتایا ہی نہیں گیا تھا۔ یہ اپنے آپ کیسے آگیا؟ پھر بھی انھیں دل ہی دل میں بہت خوشی محسوس ہوئی جیسے نیلے کا یہ کارنامہ ان کی ذاتی کارکردگی ہو۔ اس کا اس طرح آنا ٹھیک نہیں ہے" پرتاپ بولا۔ شہر میں نقصان کرے گا تو مشکل ہو جائے گی... کوئی بات نہیں، اسے سمجھا دیں گے، اودل سنگھ خوشی سے بولے۔"(۹)

یوں مجموعی طور پہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ناول سید محمد اشرف کے ناول آخری سواریاں سے اس طرح مختلف ہے کہ اس میں لکھنوی تہذیب و معاشرت کے نمونے اور جاندار مرقع اس طرح نظر نہیں آتے جس طرح آخری سواریاں نامی ناول میں نظر آتے ہیں۔ آمرانہ اور جابرانہ مزاج کی وجہ سے دونوں کردار یعنی نیلا اور اسکا مالک ٹھاکر اودل سنگھ ایک دوسرے میں مدغم ہوتے نظر آتے ہیں دونوں کی طبیعت میں جبر ہے اور دونوں ایک دوسرے کی ودھائی بات کو جلد سمجھ جاتے ہیں جتنی انسانی سوچ نیلے میں ہے اتنی ہی حیوانی سوچ ٹھاکر اودل سنگھ میں بھی ہے سید محمد اشرف نے یہاں بھی یعنی اس ناول میں بھی نیلے کی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر یہ ناول لکھا ہے جس طرح انہوں نے اپنے افسانوی مجموعہ " آئینہ حیرت" میں بہت سارے جانوروں کی نفسیات کو ملحوظ رکھا اور انکو ہمارے لیے مانوس کردار بنا دیا۔

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

حوالہ جات

۱۔ محمد اشرف، سید، نمبردار کا نیلا (کراچی: آج پبلیشرز بار دوام ۲۰۲۱) ص ۶۳

۲۔ ایضاً، ص ۶۵، ۶۴

۳۔ ایضاً، ص ۶۹

۴۔ ایضاً، ص ۹۵

۵۔ ایضاً، ص ۹۶،

۶۔ نمبردار کا نیلا، ص ۱۸

۷۔ ایضاً، ص ۱۷

۸۔ ایضاً، ص ۲۰

۹۔ ایضاً، ص ۳۶